بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ـــــــ وفاقی مجلسِ شوریٰ

صدرِ پاکستان کی نامزد کردہ وفاقی کونسل یا مجلسِ شوریٰ تشکیل پا چکی ہے۔ اور اس کے حسن و قبیح دونوں پہلوؤں پر ملک بھر میں سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔ اُسی کونسل میں بلا کسی ادنیٰ طلب یا کسی پیشگی مشورہ کے ناچیز کا نام بھی شامل کر دیا گیا ہے جس پر بہت سے احباب کو شکوہ آمیز حیرت اور اہلِ علم اور اربابِ دین کی بہت بڑی اکثریت نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اور ہر لحاظ سے بے مایہ اور کم سواد ہونے کے باوجود بزرگوں کی نسبت اور ایک دینی وعلمی ادارہ کے ادنیٰ خادم ہونے کے حوالہ سے بے پناہ توقعات اور امیدوں کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ ایسے پیغامات خطوط اور مراسلات جن کا لامحدود سلسلہ تاحال جاری ہے کو دیکھ کر ناچیز اپنے اس احساسِ مسئولیت میں دب کر رہ جاتا ہے۔ جسے میں کونسل کی تشکیل کے اعلان کے پہلے ہی دن سے شدت سے محسوس کرتا رہا ہوں۔ میرے نزدیک ایسے حالات میں یہ ذمہ داری مبارکباد اور خوشی سے بڑھ کر آزمائش اور ابتلاء کا مقام ہے جس سے سرخرو ہونے کیلئے ہر دم اور ہر لحظہ مجھے مخلص احباب اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں کی دلی دعاؤں، مخلصانہ مشوروں اور بے لاگ تنقید سے رہنمائی کی ضرورت ہے۔ جو میرے لئے اس نازک صورتحال میں بہت بڑا سہارا ہیں۔

جہاں تک مجلسِ شوریٰ کی عدم افادیت یا غیر جمہوری حیثیت کا مسئلہ ہے۔ اور مغربی سیاست و جمہوریت کا جو تصور ہمارے ہاں ایک طاعون کی طرح پورے ماحول پر چھا چکا ہے۔ اس کے جواب میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مگر یہاں صرف اہلِ علم اور علماء کے نکتہ نظر سے (کہ ناچیز کو بھی اہلیت نہ ہونے کے باوجود اسی زمرہ میں گنا جاتا) چند اشارات پر اکتفاء کرتے ہوئے اتنی گذارش ہے کہ علماءِ حق اور دینِ اسلام کے غلبہ و نفاذ کے درد سے سرشار افراد کی سیاست برائے سیاست نہیں ہوتی نہ ان کا مطمحِ نظر یورپ کی مروّجہ لادینی جمہوریت ہے بلکہ سارے مساعی اور کوششوں کا محور و مقصود کلمۃ اللہ کی سربلندی اور کتاب و سنت کی ہر شعبۂ زندگی میں بالادستی ہے۔

اسی کیلئے مرنا اور اسی کیلئے جینا مقصودِ حیات اور فریضۂ منصبی ہوتا ہے ؎

مقصودِ ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کہ کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

اس مقصد تک پہنچنے کے لئے حالات، ماحول، وسائل، منصوبوں، تدابیر کا ہر لحظہ جائزہ اور ہر لمحہ مستقبل کی منصوبہ بندی کے ساتھ طرزِ عمل اختیار کرنا ایمان و یقین اور عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ کونسا رستہ طویل ترین ہے!

اور کونسا مختصر کس طریق کار میں رکاوٹیں زیادہ اور کس لائحہ عمل میں کم ہو سکتی ہیں۔ کونسا طریق اقرب الی الحق ہے۔ اور کونسا محض سیاسی گروہ بندی، تعصبات یا مخالفت برائے مخالفت کی وجہ سے منزل سے دور کرنے والا۔؟

اس وقت لادینی عناصر اور جماعتوں کی طرح بعض دین دار جماعتوں اور غلبۂ اسلام کے لئے سرگرم عمل افراد کا بھی ایک ہی نعرہ ہے کہ مروجہ مغربی جمہوریت کے ذریعہ انتخابات اور اسمبلی میں پہنچ کر اسلام کے نفاذ کے لئے جدوجہد مگر کیا واقعاتی دنیا میں یہ راستہ ہمیں لیلائے مقصود اسلامی نظام سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ وہ جمہوریت جو محض اکثریت کو قانون سازی اور حاکمیت کا واحد حقدار سمجھتی ہے۔ اہل علم اور دیندار کبھی انتخابات کے ذریعہ وہ واضح اکثریت حاصل کر سکتے ہیں؟ اس کے لئے معاشرہ کا عمومی جائزہ، عامۃ الناس کے کردار اور اپنی وابستگیوں سے صرف نظر کر دینا انتہائی بے بصیرتی ہے۔ میری نہایت محتاط رائے ہے کہ اگلے سو سال میں بھی ہم لوگ مروجہ انتخابات کے ذریعہ اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم لادینی جماعتوں سے لاکھ اتحاد کریں انتخابات ہوتے ہی یہ اتحاد دین اور لادینیت بالفاظ دیگر کفر و الحاد اور اسلام و شریعت کے دو متحارب کیمپوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دو چار علماء منتخب ہو بھی جائیں تو اسمبلی میں ان کا مصرف صرف وعظ و تبلیغ ہو کر رہ جاتا ہے۔ بہت سے احباب نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ کہ موجودہ مجلس شوریٰ تو قانون سازی کے سلسلہ میں بے بس ہے۔ پھر اسکی افادیت کیا۔؟ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مروجہ جمہوری طریقوں سے قانون ساز اسمبلی تشکیل پا جائے گی۔ اس میں چند گنے چنے علماء ارکان کے ہاتھ میں کونسی قانون سازی آجائے گی، وہ تو پھر بھی لادینی اکثریت کے ہاتھ ہی میں ہوگی۔ وہ تو آئندہ بھی سود، زنا اور فحاشی جیسے صریح منکرات کے بارہ میں آپ کی قرار دادوں کو ایک خندۂ استہزا کے ساتھ مسترد کرتی رہے گی دینی اقدار کا مذاق اڑائے گی اور آپ کو کوٹھے پر جا کر رقص و سرود کے ذریعہ روحانی جلاء حاصل کرنے کی تلقین کرے گی اس مادر پدر آزاد جمہوریت میں قانون سازی کا حق ہوگا بھی تو اوروں کو علماء حق کو نہیں پھر ہمیں دشمن کے ہاتھ قانون سازی کی تلوار تھما دینے کی اتنی بے چینی کیوں ہے۔ جبکہ موجودہ مجلس شوریٰ میں ایسا کوئی لادینی اختیار اسکی اکثریت دین کے خلاف استعمال نہیں کر سکتی۔ پھر جس اسمبلی کو ہم جمہوری کہیں گے، کیا اس کے جماعتی ارکان اپنی جماعتی وابستگیوں، منشور، ایڈوائس اور پارٹی کی ہدایات سے آزاد ہوں گے، ہرگز نہیں جبکہ وہاں ہر رکن کے ایمان و ضمیر پر جماعتی مسطائیت کے تالے لگے ہوتے ہیں۔ کوئی کتنا ہی مومن ہو اسے سوشلزم یا مغربی اباحیت کے شرمناک اقدامات کے حق میں ووٹ دینا پڑتا ہے (جسکی مثال پچھلی عوامی اسمبلی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔) سوال یہ ہے کہ عام سیاستدانوں کو ایسے اسمبلی سے فائدہ ہو یا نہ ہو؟ ہم لوگ جن کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہے۔ اور جن کا مقصود و مطلوب اس سارے جہد و جہاد کا غلبہ اسلام ہے ہمارے لئے وہ راستہ اختیار کرنا طویل ترین ہے یا موجودہ شورائی نظام جس کے ارکان جماعتی بندھنوں سے آزاد ہیں جنہیں اقتدار کی طرف سے لادینیت کی نہیں دینی حالات اور فضا پیدا کرنے اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت پر مبنی مشوروں کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اور جن کو اہل علم ارکان کی دلائل پر مبنی مخلصانہ رہنمائی دینی امور پر متفق بھی کر سکتی ہے جس کا مظاہرہ

اسلامی نظام کے بارہ میں منظور شدہ متفقہ حالیہ قرار داد کی صورت میں ہوا اور جس کے دینی معیار پر پورے نہ اترنے والے ارکان بھی۔ الناس علی دین ملوکھم کے تحت اوروں سے بڑھ چڑھ کر اسلامی نظام سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا اظہار کر رہے ہیں۔

چلئے فرض کیجئے موجودہ مجلس شوریٰ بالکل ناقابل برداشت اور غیر اسلامی ادارہ ہے تو طبقہ علماء اور دینی جماعتیں جو داخلی اور بیرونی حالات کے اس پر خطر گرداب میں پھنس کر رہ گئی ہیں۔ آخر ان کی ڈیوٹی کیا رہ جاتی ہے کیا یہی کہ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں یا بدقسمتی سے جماعتی جوڑ توڑ، خلفشار اور روز افزوں بعد افتراق کا تماشہ دیکھتے رہیں۔ اور اسلام کیلئے جو رہا سہا میدان میسر آتا ہے جہاں آپ حق کی صدا بلند کر سکتے ہیں اور اگر جماعت کی آستینیں بتوں سے بھرپور ہیں تو اس وجہ سے آپ لا الہ الا اللہ کی اذان دینے سے بھی بائیکاٹ کر دیں کہ ہمیں تو بائیکاٹ ہی کرنا ہے۔ یا اس دن کے انتظار میں ہوں گے کہ کوئی ایسا ایوان ظہور مہدی کے بعد تشکیل پائے گا جس کی سو فیصدی اکثریت صلحاء، علماء اور متقین کی ہوگی تب ہم اپنے فرض منصبی کیلئے میدان میں اتریں گے جب کہ ایسے ایوان میں جانے کی ضرورت ہی پھر کیا رہے گی؟ یا پھر اس وقت تک ہماری ساری تگ و دو ان طاقتوں کی ہمنوائی یا انہیں نئی زندگی بخشنے تک محدود رہے گی جن سے ایک طویل اور مثالی جہاد کے بعد ہم نے گلو خلاصی حاصل کی اور جو اپنے دور میں شر و بدی ظلم و عدوان کفر و الحاد اور گناہ کی "سمبل" بن چکی تھیں اور جو آئندہ بھی خیر و بھلائی حق و صداقت دین اور اقدار دین کی اسی طرح دشمن ہی رہیں گی جیسے وہ روز اول سے تھیں اور جن کے دبنے کی وجہ سے اور کچھ بھی نہ ہوا تو ننگا ناچنے والا ابلیس پس پردہ چلا گیا اور بدی کی طاقتیں مغلوب ہو کر رہ گئیں ہیں۔ ایسی طاقتیں جب علماء حق اور اہل حق کے کاندھوں پر سوار ہو کر ایک بار پھر اوج اقتدار تک رسائی پائیں گی، ان کا اولین نشانۂ انتقام جو لوگ ہوں گے اس کا اندازہ معمولی بصیرت سے لگایا جا سکتا ہے۔

بہرحال بات مجلس شوریٰ کی ہو رہی تھی۔ اب جبکہ صحیح یا غلط یہ ادارہ تشکیل پا چکا ہے۔ اور اس کے نامزد ارکان نے ایک بڑے چیلنج کو دین و ملک کی خاطر قبول کر لیا ہے۔ تو اس ادارہ کی ذمہ داری عنداللہ نہایت نازک ترین ہے۔ ان کے تمام ارکان کا بالعموم اور اہل علم علماء ارکان کا اولین فریضہ ہے کہ وہ ہر طرح کے گروہی تعصبات ذاتی نظریات مادی مفادات اور سیاسی مقاصد کو قطعاً بالائے طاق رکھ کر اور بلا خوف لومۃ لائم حق کہیں اور حق کے لئے لڑیں۔ مخلصانہ جذبہ اور للہیت پر مبنی حکمت عملی کو ملحوظ نظر رکھیں۔ پہلے بھی اسمبلیوں میں ہمارے مٹھی بھر اکابر کے ہاتھ میں تلوار تھی نہ ان کی اکثریت مگر خالص کلمۃ اللہ کی سربلندی اور فریضۂ اعلاء حق کے لئے انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اس میدان سے سرخرو ہو کر نکلے اب بھی خدائے کریم (جو دلوں کے بھید جانتا ہے) یہی توقع ہے کہ وہ اپنی توفیق سے دستگیری کرے گا۔ اور حق و صداقت کے امور میں پردۂ غیب سے ہر دم اور ہر لحظہ پورے ایوان (مجلس شوریٰ) کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ